ملک میں رائج، اقلیت سے منسوب آئین وقوانین، ایک سراب ہے، یا ممنوعہ پھل ہے یا پھر پتہ اونچی ڈال کا؟

شیخ نثار احمد تمبولی،

9372822580

کسی بھی ملک کی ترقی وترویج کا دارومدار بنیادی طور سے اس ملک کے آئین وقوانین پر ہوتا ہے۔ اگر اقلیت سے منسوب آئین وقوانین پر غائر نظر ڈالی جائے تو عیاں طور سے پتہ چلتا ہیکہ ان کی نیت میں کھوٹ تو تھی ہی لیکن ہاؤس میں آئین وقوانین کے تعلق سے بل پر بحث ومباحثہ کے دوران وہاں براجمان ہمارے نمائندے تماشائی بنے بیٹھے تھے اور باہر ہم بل کے تعلق سے اخبارات کی خبر سے بے بہرہ۔ غایت درجہ لاتوجہی پہلے بھی تھی اور آج بھی ہے۔ ہمارا تو یہ حال ہیکہ

یہ دکھ نہیں کہ اندھیروں سے صلح کی ہم نے
ملال یہ ہیکہ اب صبح کی طلب بھی نہیں

ہماری پستی وزوال، حق تلفیوں اور استحصال اور ہم سے کی جانے والی ظلم وزیادتیوں کے لئے ہم انتظامیہ پر انگشت نمائی کر کے خاموش ہوجاتے ہیں۔ ہم نے کبھی اصل جڑ تلاش کرنیکی کوشش نہیں کی۔ ہمارے استحصال اور حق تلفی کا منبع ہے ہم سے منسوب ملک کے آئین وقوانین جہاں کسی نے رسمً بھی جھانکنے کی کوشش نہ کی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہندو اور بدھ مذہب کے مہتر یا کھاٹک کو آئینی سہولیات میسّر ہے لیکن مسلم کھاٹک یا مہتر ان سے محروم! شیڈولڈ کاسٹ، شیڈولڈ ٹرائب اور اینگلو انڈین طبقات کیلئے اسمبلی اور پارلمینٹ میں خصوصی نشستوں کا اہتمام ہونا، اُنکے لئے نوکریوں میں ریزرویشن کا تعیّن کیا جانا، کسی کے لئے قومی سطح پر کمیشن تو کسی طبقہ کے تعلیمی اداروں کو خصوصی گرانٹ دینے کی گیارنٹی آئین ہند کی دفعہ ۳۳۰ تا ۳۳۸ میں عیاں طور سے موجود ہیں۔ لیکن آئین کی کل ۳۹۴ دفعات میں کہیں بھی اسی طرح کی کسی سہولت کے ذکر کا عُشر عَشیر بھی اقلیت کیلئے درج نہیں۔ ۱۹۵۱ء سے لیکر ۲۰۰۵ء تک کی گئی ۹۳ ترمیمات کے دوران بھی اس قسم کی کوئی ٹھوس رعایت یا اعانت اُقلیت کیلئے مختص نہیں کی گئی۔

آئین میں اقلیت سے منسوب دفعہ ۲۹، ۳۰ اور ۳۵۰ درج تو ہیں لیکن اِن دفعات سے برائے راست کسی بھی رعایت یا اعانت سے اقلیت مستفید ہونے سے قاصر ہے۔ آئین میں مساوات کے تعلق سے دفعہ ۱۴ درج ہے۔ اس دفعہ کی موجودگی میں متذکرہ تینوں دفعات کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ مثال کے طور سے دفعہ (۱)۲۹، اگر آئین میں درج نہ بھی ہوتی تو بھی اقلیت کی زبان، اسکرِپٹ یا تمدن پر آنچ نہیں آسکتی تھی۔ دفعہ (۲)۲۹ کی نہ موجودگی میں گرانٹیڈ تعلیمی اداروں میں اقلیت کو داخلہ نہیں ملتا ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ دفعہ ۳۰ کا اندراج آئین میں نہ بھی ہوتا تو کیا اقلیتی اداروں کو کوئی چیریٹی کمیشنر رجسٹریشن نہیں دیتا؟ کیا اقلیتی اداروں کے ماتحت چلنے والے مدارس کو منظوری نہیں دی جاتی؟ ساتھ ہی دفعہ ۳۵۰ کا تحفہ اگر آئین ہند میں نہ بھی ہوتا تو کیا اقلیت کو مادری زبان میں ابتدائی تعلیم حاصل نہ ہو پاتی؟ اس کا جواب آپ کے پاس ہے۔ ثابت یہ ہوتا ہیکہ آئین ہند میں متذکرہ تینوں دفعات اگر نہ بھی ہوتے تو بھی برائے راست اقلیت کو کسی بھی قسم کا نفع نقصان نہیں تھا۔ لہٰذا ڈنکے کی چوٹ پر کہا جاسکتا ہیکہ آئین میں درج متذکرہ تینوں دفعات ایک سراب یا ممنُوعہ پھل یا پتہ ہے اُونچی ڈال کا۔

اقلیت سے منسوب نیشنل کمیشن فار مائینا ریٹی ایکٹ، ۱۹۹۲ء نیشنل کمیشن فار مائینا ریٹی ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز ایکٹ، ۲۰۰۴ء اور مہاراشٹر اسٹیٹ مائینا ریٹی کمیشن ایکٹ، ۲۰۰۴ء رائج ہیں۔ نیشنل کمیشن فار شیڈولڈ کاسٹ، نیشنل کمیشن فار شیڈولڈ ٹرائب، نیشنل کمیشن فار وِیمن ایکٹ، ۱۹۹۰ء نیشنل کمیشن فار صفائی کرمچاری ایکٹ، ۱۹۹۳ء اور نیشنل کمیشن فار بیکورڈ کلاسیس ایکٹ، ۱۹۹۳ء یہ عام قوانین ہیں۔ آیئے اب اقلیت سے منسوب قوانین کا عام قوانین سے تقابلی موازنہ کرتے ہیں۔

(۱) نیشنل کمیشن فار صفائی کرمچاری ایکٹ، کے سیکشن ۱۰ کے تحت صفائی کرمچاری کے تعلق سے مرتب کی جانے والی تمام مجوّزہ پالیسی کے تعلق سے مرکزی حکومت کو اِس کمیشن سے رابطہ قائم کرنے کا حکم ہے۔ لیکن اس قسم کا کوئی بھی حکم اقلیت سے جڑے تینوں متذکرہ ایکٹ میں مفقود ہے۔

(۲) نیشنل کمیشن فار بیکورڈ کلاسیس ایکٹ، کے سیکشن (۲)۹ کے تحت کمیشن کا مشورہ مرکزی حکومت پر لازم وملزوم کردیا گیا ہے۔ لیکن اقلیت کے تعلق سے متذکرہ تینوں کمیشن کے قوانین میں اِس طرح کی کسی بھی خصوصی سہولت کا ذکر نہیں ہے۔

(۳) نیشنل کمیشن فار بیکورڈ کلاسیس ایکٹ، کے سیکشن (الف)(۲)۳ کے تحت متذکرہ کمیشن کا چیئر پرسن ہائیکورٹ یا سپریم کورٹ کا جج یا سابق جج ہوگا لیکن نیشنل کمیشن اور مہاراشٹر اسٹیٹ مائینا ریٹی کمیشن کے چیئر پرسن کیلئے کسی جج یا سابق جج کی شرط نہیں رکھی گئی ہے۔

(۴) نیشنل کمیشن فار مائینا ریٹی ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز کے چیئر پرسن کے لئے جوڈیشیل پرسن کی شرط تو ضرور ہے لیکن وہاں بھی مکروفریب کا معاملہ۔ اقلیتی کمیشن کا چیئر پرسن جوڈیشیل تو ہوگا لیکن بیکورڈ کلاسیس کمیشن کی طرح سپریم کورٹ کا جج نہیں بلکہ ہائی کورٹ کا جج اور وہ بھی سابق جج ہوگا۔

(۵) نیشنل کمیشن فار مائینا ریٹیز اور مہاراشٹر اسٹیٹ مائینا ریٹی کمیشن کی سفارشات کو حکومت کی جانب سے ہاؤس میں رکھے جانے کا طریقۂ کار تو ہے لیکن یہاں کمیشن کا سربراہ نان جوڈیشیل ہوتا ہے۔ بیشک یہ برسرِ اقتدار حکومت کا معتمدِ خاص ہی ہوتا ہے۔ جن کا حال یہ ہیکہ:

کوئی خاطر نہ مدارت نہ تقریبِ وصال
ہم تو بس چاہتے ہیں تیری نظر میں رہنا

۶) نیشنل کمیشن فار مائینا ریٹیز ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز کی سفارشات کو ہاؤس میں رکھے جانے کی بات تو بہت دور ان سفارشات کو حکومت کی جانب سے قبول کئے جانے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ وجہ یہ ہیکہ یہاں کمیشن کا سربراہ جوڈیشیل پرسن ہوتا ہے جو عموماً اپنے فرضِ منصبی سے وفادار ہوتا ہے۔

P.T.O

(۷) نیشنل کمیشن فار شیڈ ولڈ کاسٹ اور شیڈ ولڈ ٹرائب کے عہدیداران کا تقرر صدر ہند کرتا ہے لیکن اقلیتی کمیشن کے تعلق سے یہ اختیار منسلک حکومت کو ہے۔

(۸) متذکرہ تینوں اقلیتی کمیشنز کے عہدیداران کو قبل از میعاد برطرف کرنے کا طریقۂ کار قانون میں ہے لیکن شیڈ ولڈ کاسٹ اور شیڈ ولڈ ٹرائیب کمیشن کے عہدیداران پر اس قانون اطلاق نہیں ہوتا ہے۔

(۹) نیشنل کمیشن فار مائینا ریٹی ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز ایکٹ ۲۰۰۴ء کے سیکشن ۲۰ کے تحت مرکزی حکومت کی ہدایت کمیشن پر واجب ہے جبکہ نیشنل کمیشن فار وِیمن، بیکورڈ کلاسیس کمیشن، شیڈ ولڈ کاسٹ اور شیڈ ولڈ ٹرائیب کمیشن پر یہ واجب نہیں ہے۔

(۱۰) نیشنل کمیشن فار ویمن ایکٹ، صفائی کرمچاری ایکٹ اور بیکورڈ کلاسیس ایکٹ کے تحت ان کمیشن کی سفارشات کو ہاؤس میں حکومت کی جانب سے رکھ کر ان سفارشات پر کہاں تک عمل کیا گیا یا کیا جانے والا ہے یا ان سفارشات کو اگر نامنظور کیا گیا ہے تو اس کے اَسباب ہاؤس میں پیش کئے جانے کا طریقہ کار ہے۔ لیکن نیشنل کمیشن فار مائینا ریٹی ایجوکیشنل انسٹی ٹیوشنز کے لئے یہ سہولت نہیں۔

(۱۱) شیڈ ولڈ کاسٹ اور شیڈ ولڈ ٹرائب کمیشن کی سفارشات صدر ہند کے ذریعہ ہاؤس میں رکھے جانے کا ضابطہ ہے لیکن یہ اصول تینوں اقلیتی کمیشن کی سفارشات کے لئے کار فرماء نہیں ہے۔

متذکرہ حقائق کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ثابت ہوتا ہیکہ سرے سے ہی متذکرہ قوانین میں ٹھاکرے، مودی یا آر ایس ایس ذہنیت نہیں بلکہ یہودی ذہنیت کار فرما رہی ہے۔ یہ سب ایک منظّم سازش کے تحت ہوا ہے یا ہو رہا ہے اور ہم ہیں کہ تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ:

ظلم سہنا بھی تو ظالم کی حمایت ٹھہرا
خامشی بھی تو ہوئی پشت پناہی کی طرح

تجربہ یہ بتلاتا ہیکہ قانون میں منظّم سازش کے تحت کمزوریاں رکھ کر بھی جب نام نہاد سیکولر کرم فرماؤں کا جی نہیں بھرا تو انہوں نے سوچ سمجھ کر حاشیہ بردار، چاپلوس، خوشامد پسند اور اپنے فرضِ منصبی سے کوتاہیاں برتنے والے افراد کو چن چن کر اقلیت سے منسوب سرکاری اداروں پر بحیثیت چیر پرسن یا میجنگ ڈائریکٹر تقرر کیا ہے۔ اِن اداروں کے راج سنہاسن پر جو عہدیدار فائز کئے گئے ہیں وہ اگر کٹ پتلی بھی ہوتے تو کم از کم ہماری تفریح کے تو کام آتے لیکن افسوس کہ یہ تو سنہاسن پر نصب کئے گئے کھڑاؤ نکلے۔ اس صف میں کچھ شاطر لوگ بھی نصب کئے گئے ہیں لیکن بیل گابن توّ امہینہ اس بات کو محض تسلیم کر لینا ہی انکی اپنے سیاسی آقاؤں سے وفاداری کا ثبوت نہیں ہے بلکہ ان پر لازمی ہوتا ہے کہ وہ عقلی دلیل سے عوام کو مجبور کر دے کہ بیل بھی گابن ہو سکتا ہے۔ قانونی طور سے اگر ثبوت مانگا جائیگا تو دلائل کا انبار بھرا پڑا ہے۔ یہاں تفصیل بتلانے سے اس لئے بھی گریز کیا جا رہا ہیکہ کوئی قوم کا درد رکھنے والا حساس آدمی اگر حقیقت جان لے تو عین ممکن ہیکہ وہ نفسیاتی عارضہ میں مبتلا ہو جائے یا وہ غیر اسلامی راستہ اختیار کر کے تشدد کی راہ اختیار کر لے۔ اِلزام تراشی، بہتان، ہرزہ سرائی یا افترا پردازی مذہبی گناہ ہے اس بات کا احساس رکھتے ہوئے ہمارے ایک ادارے کے تعلق سے حقیقت پر مبنی ایک چھوٹی سی مثال حاضرِ خدمت ہے۔

اقلیت کے لئے مختص ایجوکیشنل قرض کے تعلق سے عریضہ کو آفیشیل طور سے قبول نہ کئے جانے پر ایک ۷۱ سالہ لڑکا روزے کی حالت میں اپنے گھر سے ایمپلائمینٹ آفس جو اس کے گھر سے ۴ کلومیٹر کے فاصلہ پر تھا تین روز تک دن میں تین مرتبہ چکر لگاتا رہا لیکن اس کا عریضہ قبول نہ کیا گیا۔ ممبئی ہیڈ آفس میں شکایت کے لئے ایم۔ ڈی صاحب سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو بتلایا گیا کہ صاحب نماز کو گئے ہیں۔ دوپہر ۲ بجے سے ساڑھے تین بجے تک ڈیوٹی کے اوقات میں صاحب کی نماز جاری رہی اور بعد میں پتہ چلا کہ صاحب میٹنگ میں چلے گئے، پھر تھوڑی ہی دیر بعد آفس کے فون کا رسیور نیچے رکھ دیا گیا۔ دوسرے روز ایم۔ ڈی صاحب سے راقم السطور نے خود بات کی اور سارا ماجرا سنایا لیکن ہاتھ کچھ نہ آیا۔ یہ "آفس آفس" ٹی وی سیریل کا کوئی منظر نہیں بلکہ حقیقی واقعہ ہے۔ شہید بھگت سنگھ نے پھانسی پر چڑھنے سے دو دِن قبل اپنی ماں سے کہا تھا "مجھے اس ملک میں دوبارہ جنم لینا ہوگا، کیوں کہ انگریزوں کے بعد ان کی کرسیوں پر بیٹھنے والے، انگریزوں سے بھی زیادہ ظلم وستم اور ننگا ناچ کرینگے"۔ انکی یہ پیشن گوئی سچ ثابت ہوتے ہوئے نظر آ رہی ہے۔

لہٰذا بہتر ہیکہ جلسہ جلوس، دھرنے آندولن کی بجائے مقامی اور ریاستی سطح پر انفارمیشن سینٹر کا قیام کیا جائے جہاں سے مسلمانوں کے مسائل قلم کی طاقت پر حل کئے جائیگے اور ساتھ ہی ان سینٹر کے توسط سے ریاستی یا مرکزی سطح پر ہمارے تعلق سے مرتب کئے جانے والے سرکاری احکامات، قوانین اور آئین میں ہونے والی ترمیم پر نظر رکھنا ہوگا۔ ہماری شکایتوں کو حکومت مہاراشٹر کے ۱۳، مارچ ۱۹۹۶ء کے حکم نامہ (جسمیں گرام کاریالیہ سے لیکر منترالیہ تک اَفسران کو دو مہینے کی میعاد میں شکایت کا ازلہ نہ کرنے کی پاداش میں MCSR کے تحت تادیبی کاروائی کا حکم ہے) سے مکمل طور سے اِستفادہ کرتے ہوئے اور ساتھ ہی RTI قانون کی بھی مکمل مدد لی جائے۔ انصاف نہ ملنے پر Dept. of Addministrative Reforms and Public Grievances(Deptt. of AR and PG) سے رجوع ہو کر ریاستی یا مرکزی حکومت کے خلاف شکایت درج کیجائے۔ لیکن اس کام کو پائے تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہمیں انتھک کوشش کرنی ہوگی۔ مقصد کی تکمیل سے پہلے ہمیں پرندہ کی دائیں آنکھ کے علاوہ کچھ نظر نہ آنا چاہئے، نہ پیڑ، نہ ٹہنی، نہ پتے اور نہ ہی بذاتِ خود پرندہ۔ اللہ ہمیں سمجھنے اور سمجھانے کی توفیق دیں۔ (آمین)